وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ
بَلْ أَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (القرآن)

اَلْاَنْبِيَآءُ أَحْيَآءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ (الحديث)

حیاتِ انبیاء علیہم السلام

تالیف:

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفصیلی فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(حرفِ چند)

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم

حضرت مولانا محمد الیاس گھمن مدظلہم نے اس کتابچہ ''عقیدہ حیات انبیاءؑ'' میں بھی قرآن وحدیث اور اقوال اکابر علماء دیوبند کی روشنی میں درجنوں حوالہ جات جمع کردیئے ہیں، جو اس مجموعہ میں شامل کررہے ہیں۔ (ناشر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی قبر و برزخ کی حیات کے متعلق اہل السنت والجماعت کے عقیدہ کے کئی اجزاء ہیں۔

۱...... آنحضرت ﷺ کے لئے جیسی بھی وفات مقدر تھی وہ آپ ﷺ پر وارد ہوئی۔ چنانچہ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حسب ہدایت تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاص کر سرور امام ﷺ کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے۔ (لطائف قاسمی مجتبائی ص ۴)

۲...... ان حضرات کے ابدان مقدسہ محفوظ ہیں۔ ان کو زمین کی مٹی نہیں کھاسکتی۔

۳...... حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام دنیوی وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں جسد عنصری سے بتعلق روح زندہ ہیں۔

۴...... اسی تعلق کی وجہ سے وہ نماز بھی پڑھتے ہیں۔

۵...... حضور ﷺ روضہ اقدس پہ پڑھا جانے والا درود وسلام خود سنتے ہیں، دور سے پڑھا جانے والا درود بذریعہ ملائکہ آپ کی خدمت میں پہنچایا جاتا ہے۔

فائدہ: اس حیات کے کئی نام ہیں:

(۱) حیات دنیوی جسمانی۔ (۲) حیات حسی۔ (۳) حیات روحانی۔ (۴) حیات برزخی۔

۱...... ہم جب آنحضرت ﷺ کی حیات بعد الوفات کو دنیوی جسمانی حیات کہتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عالم برزخ کی حیات اس دنیوی جسد اطہر کو حاصل ہے جو روضہ اطہر میں موجود ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ حیات طیبہ بجمیع الوجوہ اس دنیا والی حیات ہے۔

۲...... حیات حسی کا معنی یہ ہے کہ قبر و برزخ میں پیش آنے والے احوال کو یہی جسم محسوس کرتا ہے۔

۳...... حیات روحانی کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں احوال اصالتاً روح پہ آتے ہیں اور روح کے واسطہ سے جسم پر آتے ہیں۔

۴...... حیات برزخی میں علاقہ ظرفیت کا ہے، نوعیت کا نہیں، یعنی اس سے مراد حیات فی البرزخ ہے نہ یہ کہ حیات کی کوئی اپنی قسم برزخی ہے، اس اعتبار سے ہم آنحضرت ﷺ کو عالم برزخ میں ہی فائز الحیات سمجھتے ہیں۔

یہ تفصیل اس لئے ضروری ہے کہ بزرگوں کے کلام میں جہاں جہاں ''حیات برزخی'' کے الفاظ ہیں، وہاں علاقہ ظرفیت کا مراد ہے۔ یعنی حیات فی البرزخ اور حیات النبی ﷺ کے موجودہ مبحث میں فریق مخالف جہاں حیات برزخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے، وہاں علاقہ نوعیت کا مراد لیتا ہے۔ یعنی حیات دنیوی جسد میں نہ ہو بلکہ صرف کسی اور بدن برزخی میں ہو۔

دلائل اہل السنت والجماعت

دلیل نمبر ۱: ''وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (البقرۃ: ۱۵۴) '' اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کئے گئے اُن کو مردہ نہ کہو بلکہ انہیں زندہ کہو، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا احساس نہیں ہوتا۔

حضور ﷺ شہید ہیں

"عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ لَأَنْ أَحْلِفَ بِاللهِ تِسْعًا إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُتِلَ قَتْلًا أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَحْلِفَ وَاحِدَةً وَذٰلِكَ بِأَنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَهُ نَبِيًّا وَجَعَلَهُ شَهِيدًا"

(مسند احمد حدیث نمبر ۳۶۱۷، المستدرک ۴۳۹۳)

مستدلین: حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: "وإذا ثبت أنهم أحياء من حيث النقل فإنه يقويه من حيث النظر كون الشهداء أحياء بنص القرآن والأنبياء أفضل من الشهداء" جب نقلی دلائل سے ان کا زندہ ہونا ثابت ہے تو عقلی دلائل بھی اس کی تائید کرتے ہیں (وہ اس طرح) کہ شہداء نص قرآن کے رو سے زندہ ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام شہداء سے افضل ہیں۔ (تو ان کو حیات بطریق اولیٰ حاصل ہوگی) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۲۲۵ھ) اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: "والحق عندي عدم اختصاصها بهم بل حيوة الأنبياء أقوى منهم وأشد ظهورا اثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بأزواج النبي صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد" میرے نزدیک حق بات یہ ہے کہ یہ حیات صرف شہداء کے ساتھ خاص نہیں بلکہ حضرات انبیاء علیہم السلام میں یہ حیات ان سے زیادہ قوی ہے جس کا اثر خارج میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات سے آپ ﷺ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہیں لیکن شہید کی بیوہ سے نکاح جائز ہوتا ہے۔ (تفسیر مظہری ج ۱ ص ۱۵۲)

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (ت ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: "اور یہی حیات ہے جس میں حضرات انبیاء علیہم السلام شہداء سے بھی زیادہ امتیاز اور قوت رکھتے ہیں، حتیٰ کہ بعد موت ظاہری کے سلامت جسد کے ساتھ ایک اثر اس حیات کا اس عالم کے احکام میں یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مثل ازواج احیاء کے ان کی ازواج سے کسی کو نکاح جائز نہیں ہوتا اور ان کا مال میراث میں تقسیم نہیں ہوتا۔ پس اس حیات میں قوی تر حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں۔" (بیان القرآن ج ۱ ص ۹۷، معارف القرآن ج ۱ ص ۳۹۷)

دلیل نمبر ۲: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ (آل عمران: ۱۶۹)" جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے پاس رزق ملتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (ت ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں: "ومن ادلة ذلك ايضاً قوله تعالى: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ" فان الشهادة حاصلة له ﷺ على اتم الوجوه لانه شهيد الشهداء. وقد صرح ابن عباس وابن مسعود وغيرهما رضی اللہ عنہما بانه ﷺ مات شهيداً" اور (حیاۃ النبی ﷺ) کے دلائل میں سے ایک دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُون" اس

لئے کہ آنحضرت ﷺ کو شہادت کامل طور پر حاصل ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ شہیدوں کے سردار ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ آپ ﷺ کو شہادت کی موت عطاء ہوئی ہے۔
(القول البدیع ص ۱۷۳، تحت العنوان: رسول اللہ حی علی الدوام)

سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۷۹ھ) فرماتے ہیں: ''یہ یقینی ہے کہ مرنے کے بعد زندگی ضرور ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس عالم کی زندگی کے مختلف مدارج ہیں: ایک انبیاء کی زندگی ہے ایک وہ زندگی ہے جو شہداء کو حاصل ہے ایک وہ زندگی ہے جو علماء کو حاصل ہے ایک وہ زندگی ہے جو حافظ قرآن کو حاصل ہے اسی طرح درجہ بدرجہ ہے۔ انبیاء کی زندگی اتنی قوی ہے کہ اس کا اثر اس عالم میں بھی پایا جاتا ہے مثلاً ان کی بیویوں سے نہ کرنا، ان کے ورثہ کا تقسیم نہ ہونا، ان کے جسم کا قبر میں محفوظ رہنا (ان کی ارواح کا جسم کے ساتھ قائم رہنا) قبر پر جا کر سلام کرنے والے کے سلام کو سننا اور اس کا جواب دینا...... الخ'' (تفسیر کشف الرحمٰن: آل عمران آیت ۱۶۹)

دلیل نمبر ۳: ''وَمَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ (الانفال:۳۳)''

اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۶ھ) فرماتے ہیں:
''حضور ﷺ کا دنیا میں ہونا قیامت تک باقی رہے گا کیونکہ آپ کی رسالت قیامت تک کے لئے ہے۔ نیز آنحضرت ﷺ اس وقت بھی زندہ ہیں گو اس زندگی کی صورت سابق زندگی سے مختلف ہے اور یہ بحث لغو اور فضول ہے کہ ان دونوں زندگیوں میں فرق کیا ہے...... خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اپنے روضہ میں زندہ ہونا اور آپ کی رسالت کا قیامت تک رہنا اس کی دلیل ہے کہ آپ قیامت تک دنیا میں ہیں اس لئے یہ امت قیامت تک عذاب سے مامون رہے گی۔'' (معارف القرآن ج ۴ ص ۲۲۵)

دلیل نمبر ۴: ''يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ. إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (الحجرات:۲،۳)'' اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نہ ان سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ بے شک جو لوگ بارگاہ نبوت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لیے منتخب کر لیا ہے، ان کو مغفرت بھی حاصل ہے اور زبردست اجر بھی۔

مفسر قرآن مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۹ھ) فرماتے ہیں: ''احادیث میں ہے کہ ایک مرتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد میں دو شخصوں کی آواز سنی تو ان کو تنبیہ فرمائی اور پوچھا کہ تم لوگ کہاں کے ہو؟ معلوم ہوا کہ یہ اہل طائف ہیں۔ تو فرمایا: اگر یہاں مدینے کے باشندے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (افسوس کی بات ہے) تم اپنی آوازیں بلند کر رہے ہو مسجد رسول اللہ ﷺ میں۔ اس حدیث سے علماء امت نے یہ حکم اخذ فرمایا ہے کہ جیسے حضور اکرم ﷺ کا احترام آپ کی حیات مبارکہ میں تھا، اسی طرح کا احترام وتوقیر اب بھی لازم ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ اپنی قبر مبارک میں حیّ (زندہ) ہیں۔'' (معارف القرآن تکملہ ج ۷ ص ۴۸۷)

<u>دلیل نمبر ۵</u>: ''عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللہُ عَنہُ قَالَ:قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِی قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ'' (مسند ابی یعلی الموصلی ص ۶۵۸، رقم الحدیث ۳۴۲۵ من حدیث انس بن مالک، مسند ابی یعلی الموصلی ج ۳ ص ۳۷۹ بتحقیق ارشاد الحق الاثری غیر مقلد رقم الحدیث ۳۴۱۲، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۷۰، الخصائص الکبریٰ للسیوطی ج ۲ ص ۴۹۰ باب حیاتہ ﷺ فی قبرہ الخ، شفاء السقام للسبکی ص ۳۹۱، الفصل الاول فیما ورد فی حیاۃ الانبیاء)

<u>تصحیح حدیث</u>: علامہ علی بن ابو بکر الہیثمی رحمہ اللہ (م ۸۰۷ھ) (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۶ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، رقم الحدیث ۱۳۸۱۲) کے تحت فرماتے ہیں: ''رجال أبي يعلى ثقات'' امام ابو یعلی کی سند کے سارے راوی ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) کے تحت فرماتے ہیں: ''وصححه البيهقي'' اس حدیث کو امام بیہقی نے صحیح قرار دیا ہے۔

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۲، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) کے تحت فرماتے ہیں: ''ورواه ابو يعلى برجال ثقات ورواه البيهقي وصححه'' اس حدیث کو امام ابو یعلی نے ثقہ راویوں کی سند سے روایت کیا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کو روایت کر کے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔

ملا علی قاری حنفی (م ۱۰۱۴ھ) شارح مشکوۃ اپنی کتاب (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ج ۳ ص ۴۱۵ باب الجمعۃ) کے تحت فرماتے ہیں: ''صح خبر الانبياء احياء في قبورهم'' حدیث ''الانبياء احياء في قبورهم'' صحیح ہے۔

علامہ عبد الرؤف مناوی رحمہ اللہ (م ۱۰۳۱ھ) (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر: ج ۳ ص ۲۳۹ رقم الحدیث ۳۰۸۹) کے تحت فرماتے ہیں: ''وهو حديث صحيح'' یہ حدیث صحیح ہے۔

شیخ عبد الحق محدث دہلوی حنفی (م ۱۰۵۲ھ) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۵۲۷ مترجم عنوان: حیاۃ الانبیاء علیہم السلام) کے تحت فرماتے ہیں: ''ابو یعلی ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''الانبياء احياء في قبورهم'' (الحدیث) تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔''

- علامہ علی بن احمد بن نور الدین عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر شرح الجامع الصغیر ج ۲ ص ۱۳۴) فرماتے ہیں: ''وهو حديث صحيح'' یہ حدیث صحیح ہے۔
- علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ حنفی (م ۱۳۵۲ھ) (فیض الباری ج ۲ ص ۶۴ باب رفع الصوت فی المسجد) میں اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر کی تصحیح کو نقل فرما کر اس پر اعتماد فرمایا ہے۔
- شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی (م ۱۳۶۹ھ) نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۲۹ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوۃ الخ) میں اس حدیث کی تصحیح کی ہے۔
- شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ حنفی (م ۱۴۰۲ھ) (فضائل درود شریف ص ۶۷ دوسری فصل) میں حدیث نمبر ۳ کے تحت فرماتے ہیں: ''اور یہ حدیث کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں، صحیح ہے۔''
- ہمارے استاذ محترم شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا ابو الزاہد محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ حنفی (م ۱۴۳۰ھ)

(تسکین الصدور ص ۳۳۳) میں فرماتے ہیں: امام ابو یعلیٰ کے طریق سے جو روایت ہے اس کے تمام راوی ثقہ اور ثبت ہیں اور جمہور محدثین کرام رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں۔ کسی حدیث کے صحیح ہونے کے لئے اصول حدیث میں اس سے زیادہ قوی دلائل موجود نہیں ہیں کہ اس کے راوی سب ثقہ ہوں اور جمہور محدثین کرام اس کی تصحیح پر متفق ہوں۔

منکرین حیات النبی ﷺ کی طرف سے اس حدیث مبارک پر کچھ شکوک وشبہات کئے جاتے ہیں ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

سوال نمبر ۱: اس حدیث سے موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں حیات ثابت ہوتی ہے جو کہ قرآن مجید کی آیات کے خلاف ہے۔

پہلی آیت

"ثم انکم یوم القیمة تبعثون(المومنون:۱۶) " پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤ گے۔

علامہ ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی (ت ۷۱۰ھ) اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "تحیون للجزاء" (تفسیر مدارک التنزیل)

جواب: موت کے بعد قیامت سے پہلے قبر اور برزخ میں جو حیات ملتی ہے یہ حیات ظاہری نہیں بلکہ خفی ہوتی ہے اور یہ حیات کلی بھی نہیں ہوتی نظر آنے والی اور کلی حیات قیامت کے دن ملے گی۔ سلطان المحدثین ملا علی قاری الحنفی (ت ۱۰۱۵ھ) فرماتے ہیں: "واعلم ان اھل الحق اتفقوا علی ان اللہ یخلق فی المیت نوع حیوۃ فی القبر قدر مایتألم ویتلذذ" (شرح فقہ اکبر ص ۱۲۱) اور قیامت سے پہلے قبر میں حیات کا ملنا قرآن کریم سے ثابت ہے۔

"یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِینَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیَاۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْآخِرَۃِ وَیُضِلُّ اللّٰہُ الظَّالِمِینَ وَیَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ (ابراھیم:۲۷) " جو لوگ ایمان لائے ہیں اللہ ان کو دنیا کی زندگی میں اور موت کے بعد قبر میں بھی کلمہ طیبہ پہ ثابت قدمی عطاء فرماتے ہیں اور ظالم لوگوں کو اللہ تعالیٰ {ان کے اعمال کی وجہ سے} سیدھے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق) جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

تفسیر: "وأخرج البزار عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: قلت یارسول اللہ تبتلی ھذہ الأمة فی قبورھا فکیف بی وأنا امرأة ضعیفة قال یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ اس امت کو قبروں میں آزمایا جائے گا میری کیا حالت ہوگی میں تو کمزوری عورت ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ" (الدر المنثور ج ۸ ص ۵۲۵)

اکثر مفسرین نے اس آیت کے تحت مرفوع اور موقوف احادیث نقل کرکے اعادہ وتعلق روح کو ذکر کیا ہے جس سے قبر کی زندگی ثابت ہوتی ہے سوال میں چونکہ امام نسفی کی تفسیر مدارک کا حوالہ دیا گیا ہے اس لئے ہم صرف امام نسفی کی تفسیر مدارک کی عبارت ذکر کئے دیتے ہیں۔

"الجمهور على أن المراد به في القبر بتلقين الجواب وتمكين الصواب فعن البراء أن رسول الله صلى الله عليه وسلّم ذكر قبض روح المؤمن فقال " ثم تعاد روحه في جسده" جمہور مفسرین کی رائے یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں آخرت سے مراد قبر میں جواب کی تلقین اور کلمہ طیبہ پہ ثابت قدمی ہے۔ چنانچہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات مومن کی روح کے قبض ہونے کا تذکرہ فرمایا۔ اس میں یہ بھی فرمایا کہ پھر اس کے جسم میں اس کی روح کو لوٹا دیا جاتا ہے۔ (تفسیر مدارک ج۱ ص ۴۵۲)

دوسری آیت

سورۃ مریم کی آیت: "والسلام علی یوم ولدت ویوم اموت ویوم ابعث حیا" کی تفسیر میں علامہ ابوعبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی رحمہ اللہ (ت ۶۷۱ ھ) فرماتے ہیں: "فی الدنیا حیا وفی القبر میتا" (الجامع لاحکام القرآن)

جواب: اس آیت: "وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا" میں "أُبْعَثُ" کی ضمیر مستتر "انا" ذو الحال ہے اور "حَيًّا" حال ہے۔ پہلے حال وذوالحال کے متعلق ایک قاعدہ سمجھ لیں تاکہ آیت کا مطلب سمجھنا آسان ہو جائے: قاعدہ یہ ہے کہ حال کا زمانہ اور فعل ذوالحال کا زمانہ ایک ہوتا ہے۔ مثلاً ایک جملہ ہے: "جَاءَنِيْ زَيْدٌ رَاكِبًا" اس مثال میں "زید" ذوالحال ہے، "مجیئت" فعل ہے اور "رَاكِبًا" حال ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ زید کے راکب (سوار ہونے) اور اس کے فعل "مجیئت" (آنے) کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی جس وقت زید آرہا تھا اس وقت سوار تھا۔ اس سے پہلے سوار تھا یا پیدل تھا اس بات کی وضاحت سے یہ جملہ خاموش ہے۔

اس اصول کی روشنی میں آیت کا معنی سمجھیں! آیت ہے: "وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا" اس میں "أُبْعَثُ" کی ضمیر "انا" ذوالحال ہے، "بعث" فعل ہے اور "حیا" حال ہے۔

اس کا معنی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حیی (زندہ) ہونے اور ان کے فعل بعث (یعنی اٹھنے) کا زمانہ ایک ہے۔ یعنی جس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھ رہے ہوں گے اس وقت "حیی" ہوں گے۔ اس سے پہلے "حیی" ہوں گے یا "میت" اس بات کی وضاحت سے یہ آیت خاموش ہے۔

فریق مخالف کا استدلال تو اس وقت درست ہوگا جب یہ ثابت ہو کہ اٹھنے سے پہلے "میت" ہوں اور وہ ثابت نہیں۔ لہٰذا فریق مخالف کا اس آیت سے استدلال باطل ہے۔

رہی بات امام قرطبی کی تفسیر "فی القبر میتا" کی اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا کے اعتبار سے قبر میں میت ہوں گے اس لئے کہ قبر میں حیات تو ہوتی ہے لیکن نظر آنے اور محسوس ہونے والی حیات نہیں ہوتی۔ اس سے مطلق حیات کی نفی کرنا۔ "توجیہ القول بما لا یرضیٰ بہ القائل" کا مصداق ہے اس لئے کہ امام قرطبی کی اسی تفسیر الجامع لاحکام القرآن اور "التذکرۃ فی احوال الموتیٰ وامور الآخرۃ" میں کئی عبارت ایسی موجود ہیں جن سے قبر میں اعادہ روح، سوال وجواب، سماع وغیرہ ثابت ہوتا ہے صرف ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں جس سے امام قرطبی کا عقیدہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

’’الإیمان بعذاب القبر و فتنته واجب و التصدیق به لازم حسب ما أخبر به الصادق و أن الله تعالى یحیي العبد المكلف في قبره برد الحیاة إلیه و یجعله من العقل في مثل الوصف الذي عاش علیه لیعقل ما یسأل عنه و ما یجیب به و یفهم ما أتاه من ربه و ما أعد له في قبره من كرامة أو هوان و بهذا نطقت الأخبار عن النبي المختار صلى الله علیه و سلم و على آله آناء اللیل و أطراف النهار و هذا مذهب أهل السنة و الذي علیه الجماعة من أهل الملة و لم تفهم الصحابة الذین نزل القرآن بلسانهم و لغتهم من نبیهم علیه السلام غیر ما ذكرنا و كذلك التابعون بعدهم إلى هلم جرا‘‘ (التذکرۃ ج ۱ ص ۱۳۷ عنوان الرد علی الملحدۃ)

وضاحت: قبر کے ثواب وعذاب کو ماننا واجب اور حضور علیہ السلام کی بتائی ہوئی تصریحات کے مطابق قبر کے احوال کی تصدیق کرنا ضروری ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ مکلف آدمی کی طرف روح لوٹا کے قبر میں حیات عطاء فرماتے ہیں (ہم نے ردحیات کا معنی اعادہ روح امام قرطبی کی دیگر عبارات کی روشنی میں کیا ہے) اور انسان جس حالت میں دنیا کی زندگی گزار کے جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی کے مطابق قبر میں اسے عقل عطاء فرماتے ہیں تاکہ اپنے رب کی طرف سے آنے والے ملائکہ کے سوال وجواب کو سمجھے اور جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے قبر میں عزت وذلت (ثواب وعذاب) تیار کی ہے اسے سمجھے اس عقیدہ پہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث موجود ہیں اور اہل السنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کی زبان میں قرآن نازل ہوا اور جنہوں نے قرآن براہ راست رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سمجھا انہوں نے بھی قرآن وصاحب قرآن سے یہی عقیدہ سمجھا۔ اسی طرح تابعین سے لے کر ہمارے دور تک اسلاف کا بھی یہی عقیدہ رہا ہے۔

اس کے بعد امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے احادیث ذکر کر کے قبر کی حیات ثابت کی ہے ان میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث: ’’فتعاد روحه في جسده‘‘ بھی شامل ہے۔ معلوم ہوا آپ کا موت کے بعد حیات سے متعلق وہی عقیدہ ہے جو اہل السنت والجماعت کا ہے ان کی صرف ایک عبارت کو دیکھ کر ان کی طرف غلط عقیدہ منسوب کرنا اہل علم کا شیوہ نہیں۔

سوال نمبر ۲: اس حدیث میں وفات کے بعد قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔ جب کہ قرآن مجید میں موت تک عبادت کا حکم ہے: ’’واعبد ربك حتى یأتیك الیقین‘‘

جواب: عبادت کی دو قسمیں ہیں: (۱) عبادت تکلیفی۔ (۲) عبادت تلذذی۔

عبادت تکلیفی: جس کے کرنے کا انسان کو حکم ہو اور وہ عبادت بندہ اپنے اختیار سے کرے اور جس کے کرنے پہ ثواب نہ کرنے پہ گناہ ہو جیسے پانچ وقت کی نماز، رمضان کے روزے اور صاحب نصاب پہ زکوٰۃ وحج، وغیرہ!

عبادت تلذذی: جس کے کرنے کا حکم نہ ہو انسان اس کا مکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کرنے پہ ثواب اور ترک پہ گناہ ہو بلکہ وہ صرف لذت اور مزے کے لئے کی جائے۔

موت تک کی جانے والی عبادت عبادت تکلیفی ہوتی ہے۔ جب کہ موت کے بعد کی جانے والی عبادت عبادت تلذذی ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں عبادت تکلیفی کا ذکر ہے۔ جب کہ حدیث پاک میں عبادت تلذذی کا۔

اور یہ عبادت تلذذی صرف قبر میں نہیں بلکہ آخرت میں بھی ہوگی جس میں اہل جنت اللہ کی تعریف کریں گے توحید بیان کریں ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ وغیرہ!

وکیل حنفیت علامہ بدرالدین عینی (ت ۸۵۵ھ) حدیث پاک جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبر میں نماز پڑھنا مذکور ہے، اس پہ سوال وجواب ذکر کر کے یہی عقدہ حل فرماتے ہیں: ”فان قلت ما الداعی الی عبادتھم بعد الموت وموضع العبادۃ دار الدنیا قلت حببت الیھم العبادۃ فھم متعبدون بما یجدونہ من دواعی انفسھم لا بما یلزمون بہ“ (عمدۃ القاری شرح بخاری باب التلبیہ اذا انحدر فی الوادی)

مفہوم عبارت: اگر کوئی سائل سوال کرے کہ انبیاء موت کے بعد عبادت کیسے کرتے ہیں۔ جب کہ عبادت کی جگہ تو دنیا ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ عبادت کو انبیاء کی پسندیدہ چیز بنا دیا جاتا ہے تو موت کے بعد وہ قلبی لذت کے لئے عبادت کرتے ہیں نہ کہ مکلف ہونے کی وجہ سے۔

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث پاک نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”یہ تکلیفی نہیں بلکہ تلذذ کے لئے ہے۔“ (نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۲۰، فصل نمبر ۲۸)

سوال نمبر ۳: یہ روایت صحاح ستہ میں موجود نہیں اگر صحیح ہوتی تو ائمہ صحاح اسے نقل فرماتے۔

جواب: حدیث پاک کو لینے کے لئے اس میں شرائط قبولیت کا پایا جانا ضروری ہے کسی خاص کتاب میں ہونا ضروری نہیں۔ اگر اس سوال کی بنیاد دیانت ہے تو ایسی روایات صحاح ستہ میں بھی موجود ہیں جن سے قبر کی حیات اور بعض سے قبر میں عبادت بھی ثابت ہوتی ہے، ان میں سے بعض کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔

سوال نمبر ۴: اس روایت کو چوتھی صدی کے بزرگ ابو یعلی موصلی نقل کر رہے ہیں جو کہ طبقہ ثالثہ سے ہیں جن کے بارے میں مولانا سرفراز خان صفدر صاحب نے اپنی کتاب راہ سنت ص ۱۶۵ پر تحریر کیا کہ اس طبقہ کی روایات سے عقیدہ اور عمل ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

جواب: میرے استاذ محترم امام اہل السنت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل عبارات کو اگر دیکھا جائے تو یہ اشکال جڑ سے ہی ختم ہو جاتا ہے حضرت کی چند تصریحات ملاحظہ فرمائیں:

۱...... ایک جگہ اہل بدعت کی تردید میں فرماتے ہیں: ”یہ روایتیں کتب حدیث کے اس طبقہ کی ہیں جن میں بجز باسند اور صحیح احادیث کے جن پر امت کا تعامل ہے۔ اکثر احادیث کو محدثین ہرگز قبول نہیں کرتے نہ عقیدہ میں اور نہ عمل میں۔“ (راہ سنت ص ۱۷۳)

۲...... دوسری جگہ اس طبقہ کی کتب میں مروی روایات کے بارے فرماتے ہیں: ”ہاں! اگر اصول حدیث کے رو سے اس طبقہ کی کوئی حدیث سنداً صحیح ثابت ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا۔“ (گلدستہ توحید ص ۱۴۴)

اور حدیث: ”الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون“ سند کے اعتبار سے صحیح ہے جیسا کہ آگے تفصیل آ رہی ہے۔

۳...... تیسری جگہ فرماتے ہیں۔ نوٹ: اگر ان مذکورہ کتب میں کوئی ایسی روایت ہو جو سنداً صحیح ہو اور قرآن کریم اور صحیح احادیث سے متعارض نہ ہو اور علی الخصوص جب کہ اکثر امت اور جمہور اہل اسلام کا اس پر تعامل بھی ہو تو اس کی صحت میں کوئی کلام نہیں ہے اور نہ یہ بات محل نزاع ہے اس لئے خلط مبحث کا شکار نہ ہوں اور نہ جاہل متعصب معترضین کی طرف توجہ کریں۔ (دل کا سرور ص ۱۷۵)

ہماری پیش کردہ حدیث بھی صحیح ہے اور قرآن کے مطابق ہے اور اس عقیدہ پہ امت کا اجماع بھی ہے۔ لہٰذا بقول امام اہل السنت کے اس حدیث کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

سوال نمبر ۵: اس حدیث کی سند میں رواۃ مجروح اور ضعیف ہیں ایک راوی ازرق بن علی دوسرا راوی مستلم بن سعید جو انتہائی وھم کا مریض تھا۔

جواب: اس حدیث کو حضرات محدثین کی ایک جماعت نے اپنی کتب میں نقل کیا اور اس کی تصحیح فرمائی ہے: ''کما مرّ'' اس روایت کی تصحیح کا مطلب اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اگر یہ راوی اتنے کمزور اور مجروح ہوتے تو ائمہ محدثین اس حدیث کو صحیح نہ فرماتے اور ویسے بھی ان دونوں راویوں کی توثیق ائمہ جرح وتعدیل نے کی ہے۔

چنانچہ پہلے راوی ازرق بن علی کے بارے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ''ذکرہ ابن حبان فی الثقات'' (تہذیب التھذیب ج ۱ ص ۲۰۰)

اور خود حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو صدوق لکھا ہے۔ (تقریب التھذیب ص ۲۱)

معلوم ہوتا ہے یہ ازرق بن علی ثقہ راوی ہیں۔

دوسرے راوی مستلم بن سعید ہیں۔ ان کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: ''شیخ ثقة''

اور امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ''صویلح'' امام نسائی فرماتے ہیں: ''لاباس به''

اور امام ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں۔ (تہذیب التھذیب ج ۱۰ ص ۱۰۴)

لہٰذا یہ روایت بالکل صحیح ہے۔

سوال نمبر ۶: اس حدیث کو امام ذہبی نے میزان الاعتدال میں منکر قرار دیا ہے۔

جواب: پہلے امام ذہبی کی عبارت دیکھیں تاکہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔ آپ فرماتے ہیں: ''حجاج بن الأسود عن ثابت البنانی نکرة ما روی عنه فیما أعلم سوی مستلم بن سعید فأتی بخبر منکر عنه عن أنس فی أن الأنبیاء أحیاء فی قبورهم یصلون رواه البیهقی''

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۹۹، ۲۰۰)

اس اعتراض کی تین شقیں ہیں:

۱...... حجاج مجہول الحال ہے مطلب اس کی توثیق منقول نہیں۔

۲...... حجاج مجہول العین ہے اس لئے کہ ان کا شاگرد صرف مستلم بن سعید ہے۔

۳...... ان دونوں کا نتیجہ روایت منکر ہے۔

اب ہر ایک شق کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

شق نمبر ۱: حافظ ابن حجر عسقلانی امام ذہبی کے اعتراض نقل کر کے فرماتے ہیں: ''قال أحمد ثقة ورجل صالح وقال بن معین ثقة وقال أبو حاتم صالح الحدیث وذکره بن حبان فی الثقات''

(لسان المیزان ترجمہ حجاج بن اسود)

یعنی امام احمد حجاج کو ثقہ اور نیک آدمی کہتے ہیں امام یحیی بن معین ثقہ کہتے ہیں امام ابو حاتم ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں اور امام ابن حبان ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ بلکہ خود امام ذہبی سے بھی حجاج کی توثیق منقول ہیں۔ ''قال الذهبی حجاج ثقة'' (تلخیص علی المستدرک ج ۴ ص ۴۷۲)

تو جب ائمہ جرح وتعدیل سے ان کی توثیق مل گئی تو پھر وہ نکرہ یا مجہول کیسے رہے؟

شق نمبر ۲: حافظ ابن حجر عسقلانی اس دوسری شق کے بارے فرماتے ہیں: ”روی عن ثابت وجابر بن زید وأبي نضرة وجماعة وعنه جرير بن حازم وحماد بن سلمة وروح بن عبادة وآخرون“
(لسان المیزان ترجمہ حجاج بن اسود)

یعنی حجاج کے اساتذہ میں ثابت بنانی، جابر بن زید، ابونضرہ اور محدثین کی ایک جماعت شامل ہیں۔ جب کہ اس کے شاگردوں میں مستلم کے علاوہ جریر بن حازم، حماد بن سلمہ، روح بن عبادہ اور دیگر حضرات شامل ہیں۔ جب حجاج سے روایت نقل کرنے والے مستلم بن سعید کے علاوہ اور روات بھی ہیں تو امام ذہبی کا یہ گمان بھی محض وہم بن گیا کہ اس سے نقل کرنے والے صرف ایک راوی مستلم بن سعید ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کے اس وضاحت کے بعد حجاج بن اسود نہ تو مجہول العین رہا نہ ہی مجہول الحال لہٰذا امام ذہبی کا اعتراض ختم ہو گیا۔

شق نمبر ۳: یہ شق پہلی دو شقوں کا نتیجہ ہے جب توثیق اور شاگرد مل گئے تو تیسری شق ”روایت منکر ہے“ والی خود بخود ختم ہو گئی۔ نیز اصول حدیث کی رو سے حدیث منکر وہ ہوتی ہے جس میں کوئی ضعیف راوی ثقہ کی مخالفت کرے اس تعریف کے اعتبار سے یہ روایت ہرگز منکر نہیں۔ کیونکہ حجاج بن اسود ثقہ ہے ضعیف نہیں اور انہوں نے کسی ثقہ کے مخالف روایت بھی بیان نہیں کی تو اب ان کی روایت اصول حدیث کی روشنی میں منکر کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے کہ کسی ثقہ راوی تو کجا ضعیف سے ضعیف راوی سے بھی ایسی روایت منقول نہیں جس کا یہ مضمون ہو کہ انبیاء اپنی قبروں میں زندہ نہیں نماز نہیں پڑھتے۔

نوٹ: امام ذہبی اور کا اپنا عقیدہ حیات النبی ﷺ ہے فرماتے ہیں: ”والنبی صلی الله علیه وسلم فمفارق لسائر أمته في ذلك، فلا يبلى، ولا تأكل الارض جسده، ولا يتغير ريحه، بل هو الآن، وما زال أطيب ريحا من المسك، وهو حي في لحده حياة مثله في البرزخ، التي هي أكمل من حياة سائر النبيين، وحياتهم بلا ريب أتم وأشرف من حياة الشهداء الذين هم بنص الكتاب (أحياء عند ربهم يرزقون) (آل عمران:۱۶۹)“ (سیر اعلام النبلاء ترجمہ وکیع بن الجراح)

یعنی وفات کے بعد قبر اور برزخ میں نبی علیہ السلام کے احوال اور امت کے احوال میں فرق ہے نبی علیہ السلام کا جسد اطہر محفوظ رہتا ہے اسے زمین کی مٹی نہیں کھا سکتی۔ آپ کے جسد اطہر کی خوشبو برقرار رہتی ہے۔ وہ اب بھی مشک وعنبر سے زیادہ معطر ہے اور حضور علیہ السلام اپنی لحد وبرزخ میں اس طرح زندہ ہیں کہ آپ کی حیات تمام انبیاء علیہم السلام کی حیات سے اکمل ہے اور بلا شک وشبہ آپ کی حیات شہداء کی اس حیات سے بھی زیادہ کامل واعلیٰ ہے جس پہ نص قرآنی موجود ہے۔

سوال نمبر ۷: یہ حدیث خبر واحد ہے عقیدہ میں خبر واحد کو پیش کرنا درست نہیں۔

جواب نمبر ۱: عقائد کی دو قسمیں ہیں: (۱) عقائد قطعیہ۔ (۲) عقائد ظنیہ۔

علامہ عبدالعزیز پرہاڑوی رحمہ اللہ (ت ۱۲۳۹ھ) فرماتے ہیں: ”اِنَّ الْمَسَائِلَ الْاِعْتِقَادِيَّةَ قِسْمَانِ اَحَدُهُمَا مَايَكُوْنُ الْمَطْلُوْبُ فِيْهِ الْيَقِيْنُ كَوَحْدَةِ الْوَاجِبِ تَعَالٰى وَصِدْقِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَثَانِيْهِمَا مَايُكْتَفٰى فِيْهَا بِالظَّنِّ كَهٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ وَالْاِكْتِفَاءِ بِالدَّلِيْلِ الظَّنِّيِّ اِنَّمَا لَايَجُوْزُ فِي الْاَوَّلِ بِخِلَافِ الثَّانِيْ“ اعتقادات کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جن میں شریعت کو یقین مطلوب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور ﷺ کی صداقت کا یقین ان کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے اور دوسری قسم وہ

عقائد جن میں ظن بھی کافی ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کی ملائکہ پر فضیلت کا عقیدہ اس کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔ (النبراس شرح شرح العقائد ص ۳۵۸)

یعنی عقائد کی دو قسمیں ہیں: ایک قطعی، دوسرا ظنی، قطعی کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی ضروری ہے۔ جب کہ ظنی کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی بھی کافی ہے۔ قطعی کا مطلب جس کی بنیاد پہ ایمان اور کفر کا فیصلہ ہو ماننے والا مسلمان نہ ماننے والا کافر ایسے عقیدے کے ثبوت کے لئے دلیل قطعی قرآن، حدیث متواتر اور اجماع ضروری ہے اور ظنی کا مطلب جس کی بنیاد پہ اہل السنت اہل بدعت کا فیصلہ ہو، ایسے عقیدے کے ثبوت کے لئے دلیل ظنی خبر واحد وغیرہ بھی کافی ہے۔ ہم منکرین حیات النبی ﷺ کو کافر نہیں کہتے۔ اس کا معنی یہ عقیدہ ضروریات اہل السنت میں سے ہے جس کے لئے خبر واحد بھی کافی ہے۔

جواب نمبر ۲: اس عقیدہ پہ قرآن، احادیث متواترہ اور اجماع امت بھی موجود ہے۔

سوال نمبر ۸: ''عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اجْعَلُوا فِي بُيُوتِكُمْ مِنْ صَلاَتِكُمْ وَلاَ تَتَّخِذُوهَا قُبُورًا'' حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اپنے گھروں میں کچھ نماز پڑھا کرو اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔

(سنن ابی داود رقم الحدیث ۱۰۴۵، باب صَلاَةِ الرَّجُلِ التَّطَوُّعَ فِي بَيْتِهِ)

اس حدیث مبارک کا مطلب یہ ہے کہ جہاں نماز عبادت وغیرہ ہو تو وہ قبرستان نہیں اور جہاں عبادت نہیں وہ قبرستان ہے اور مذکورہ روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نماز پڑھتے ہیں تو اس کا مطلب وہ قبرستان نہیں۔

جواب: دونوں احادیث کا مصداق بالکل الگ ہے جس حدیث میں ہے کہ گھروں کو قبرستان نا بناؤ اس میں گھروں میں نماز پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور مراد اس عبادت سے عبادت تکلیفی ہے۔

اور جو قبر میں نماز کا ذکر ہے جس طرح موت کے بعد حیات الگ ہے۔ اسی طرح اس میں کی جانے والی عبادت بھی الگ ہے جو بطور تلذذ ہوتی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

دلیل نمبر ۶: ''عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَيْتُ وَفِيْ رِوَايَةِ هَدَّابٍ مَرَرْتُ عَلٰى مُوسٰى لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِيْ عِنْدَ الْكَثِيْبِ الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي قَبْرِهٖ'' حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شب معراج میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سرخ ٹیلے کے قریب سے ہوا، تو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ (صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، کتاب الفضائل باب من فضائل موسیٰ علیہ السلام، مسند احمد ج ۱۰ ص ۳۸۸، رقم الحدیث ۱۲۱۴۹، سنن النسائی ج ۱ ص ۲۴۲ کتاب قیام اللیل وتطوع النہار باب ذکر صلوٰۃ نبی اللہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام، مسند ابی یعلیٰ ص ۶۴۳ رقم الحدیث ۳۳۲۵، مصنف عبدالرزاق ج ۳ ص ۳۸۴ باب السلام علی قبر النبی ﷺ، صحیح ابن حبان ص ۱۲۵، رقم الحدیث ۵۰،۴۹)

دلیل نمبر ۷: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتّٰى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلاَمَ'' حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب بھی کوئی آدمی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے۔ (یعنی متوجہ کر دیتا ہے) یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔ (سنن ابی داود ج ۱ ص ۲۸۶ کتاب المناسک باب زیارۃ القبور، مسند احمد ج ۹ ص ۵۷۵ رقم

الحدیث ۱۰۷۵، مسند اسحاق بن راھویہ ص ۲۰۴ رقم الحدیث ۵۲۰، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۵ ص ۲۴۵ باب زیارۃ قبر النبی ﷺ، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۷ باب فی تعظیم النبی ﷺ رقم الحدیث ۱۵۸۱، المعجم الاوسط للطبرانی ج ۲ ص ۲۲۶ رقم الحدیث ۳۰۹۲)

تصحیح حدیث: علامہ ابن تیمیہ حنبلی رحمہ اللہ (م ۷۲۸ھ) (مجموع الفتاویٰ ج ۲۷ ص ۵۵ کتاب الزیارۃ) میں فرماتے ہیں: ''وَهُوَ حَدِيثٌ جَيِّدٌ'' یہ حدیث جید (کھری) ہے۔

▯ امام تقی الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ (م ۷۵۶ھ) (شفاء السقام ص ۱۶۱، الباب الثانی فیما ورد من الاخبار الخ) کے تحت فرماتے ہیں: ''ھذا اسناد صحیح'' اس کی اسناد صحیح ہے۔

حافظ ابن کثیر شافعی رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۴، تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکته یصلون) میں فرماتے ہیں: ''وصححه النووی فی الاذکار'' امام نووی نے اس روایت کو اپنی کتاب ''الاذکار'' میں صحیح قرار دیا ہے۔

▯ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۶ ص ۵۹۶ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) میں اس روایت کو نقل کر کے فرماتے ہیں: ''ورواته ثقات'' اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

▯ علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۴۹، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) کے تحت فرماتے ہیں: ''وروی ابو داود بسند صحیح...... عن أبي هريرة رضی اللہ عنه مرفوعا'' امام ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی ہے۔

▯ علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) (شرح المواھب للزرقانی ج ۸ ص ۳۰۸) میں فرماتے ہیں: ''باسناد صحیح'' یہ روایت سند صحیح کے ساتھ مروی ہے۔

▯ علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (م ۱۳۵۲ھ) (عقیدۃ الاسلام ص ۱۲۰) میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''رواته ثقات'' اس کے راوی ثقہ ہیں۔

▯ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) نے (فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوٰۃ) میں اس حدیث کو صحیح فرمایا ہے: ''ورواته ثقات''

''ردِ روح'' کا مطلب

اس حدیث میں ''رد روح'' سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روح مبارک کو آپ ﷺ کی طرف متوجہ فرماتے ہیں اور قوت گویائی عطاء فرماتے ہیں۔

اکابرین امت کی چند معتبر کتب کے حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں: (۱) علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج ۳ ص ۲۷۸) میں فرماتے ہیں: ''(الا رد اللہ علی روحی) ای رد علی نطقی لانه ﷺ حی دائماً و روحه لا تفارقه لان الانبیاء احیاء فی قبورھم'' حدیث ''إِلاَّ رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِي'' میں ''رِدِ روح'' سے مراد قوت گویائی کا عطاء ہونا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ دوامی طور پر زندہ ہیں اور آپ علیہ السلام کی روح آپ علیہ السلام سے الگ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(۲) حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۲ھ) (نشر الطیب ص ۲۰۰، اٹھائیسویں فصل) کے تحت فرماتے ہیں: ''اس سے حیات میں شبہ نہ کیا جاوے۔ کیونکہ مراد یہ ہے کہ میری روح جو ملکوت و جبروت میں مستغرق تھی جس طرح کہ دنیا میں نزول وحی کے وقت کیفیت ہوتی تھی، اس سے افاقہ ہو کر سلام کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں، اس کو ''رد روح'' سے تعبیر فرمادیا۔''

(۳) شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۷ھ) کے مکتوبات (شیخ الاسلام حصہ اوّل ص ۲۴۸) میں ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

الف: ابوداؤد کی روایت میں ''رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ'' فرمایا گیا ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ''مَا مِنْ مُسْلِمٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى أُسَلِّمَ عَلَيْهِ او کما قال'' اگر لفظ: ''إِلَيَّ رُوْحِيْ'' فرمایا گیا ہوتا تو آپ کا شبہ وارد ہو سکتا تھا۔ ''إِلٰى'' اور ''عَلٰى'' کے فرق سے آپ نے ذہول فرمایا۔ ''عَلٰى'' استعلاء کے لئے ہے اور ''إِلٰى'' نہایت طرف کے لئے ہے۔ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام سے پہلے روح کا استعلاء نہ تھا، نہ یہ کہ وہ جسم اطہر سے بالکل خارج ہو گئی تھی اور اب اس کو جسم اطہر کی طرف لوٹا گیا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدارج قرب و معرفت میں ہر وقت ترقی پذیر ہیں، اس لئے توجہ الی اللہ کا انہماک اور استغراق دوسری جانب کی توجہ کو کمزور کر دیتا ہے۔ چونکہ اہل استغراق کی حالتیں روزانہ مشاہدہ ہوتی ہیں مگر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنایا گیا ہے اس لئے بارگاہ الوہیت سے درود بھیجنے والے پر رحمتیں نازل فرمانے کے لئے متعدد مزایا میں ایک مزیت یہ بھی عطاء فرمائی گئی ہے کہ خود سرور کائنات علیہ السلام کو اس استغراق سے منقطع کر کے درود بھیجنے والے کی طرف متوجہ کر دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے متوجہ ہو کر دعا فرماتے ہیں۔

ب: اگر بالفرض وہی معنی لئے جائیں جو آپ سمجھے ہیں اور ''عَلٰى'' اور ''إِلٰى'' میں کوئی فرق نہ کیا جائے تب بھی یہ روایت دوام حیات پر دلالت کرتی ہے، اس لئے کہ دن رات میں کوئی گھڑی اور کوئی گھنٹہ بلکہ کوئی منٹ اس سے خالی نہیں رہتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اندرونِ نماز اور بیرونِ نماز درود نہ بھیجا جاتا ہو اس لئے دوام حیات لازم آئے گا۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ (م ۱۴۱۷ھ) (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۳۸، ۲۳۹) پر اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

حدیث کے ظاہری الفاظ: ''إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ'' سے یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی روح مبارک جسدِ اطہر سے الگ رہتی ہے۔ جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ آپ کے جسدِ اطہر میں روح مبارک کو لوٹا دیتا ہے تا کہ آپ سلام کا جواب دے سکیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتی۔

اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ ایک دن میں لاکھوں کروڑوں دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک جسم اقدس میں ڈالی اور نکالی جاتی ہے کیونکہ کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ آپ کے لاکھوں کروڑوں امتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام نہ بھیجتے ہوں، روضہ اقدس پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا بھی ہر وقت تانتا بندھا رہتا ہے اور عام دنوں میں بھی ان کا شمار ہزاروں سے کم نہیں۔ علاوہ ازیں انبیاء علیہم السلام کا اپنی قبور میں زندہ ہونا ایک مسلم حقیقت ہے۔ اگرچہ اس حیات کی نوعیت کے بارے میں علماء امت کی رائیں مختلف ہیں لیکن اتنی بات سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔

اس لئے حدیث کا یہ مطلب کسی طرح نہیں ہوسکتا کہ آپ ﷺ کا جسدِ اطہر روح سے خالی رہتا ہے اور جب کوئی سلام عرض کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ جواب دلوانے کے لئے اس میں روح ڈال دیتا ہے۔ اس بناء پر اکثر شارحین نے ''رد روح'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ قبر مبارک میں آپ ﷺ کی روح پاک کی تمام تر توجہ دوسرے عالم کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی جمالی وجلالی تجلیات کے مشاہدہ میں مصروف رہتی ہے (اور یہ بات بالکل قرین قیاس ہے) پھر جب کوئی امتی سلام عرض کرتا ہے اور وہ فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست آپ ﷺ تک پہنچتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے آپ ﷺ کی روح اس طرف متوجہ بھی ہوتی ہے اور آپ ﷺ سلام کا جواب دیتے ہیں۔ پس اس روحانی توجہ والتفات کو ''رد روح'' سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

دلیل نمبر ۸: ''عَنْ اَوْسِ بْنِ اَوْسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اِنَّ مِنْ اَفْضَلِ اَيَّامِكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْهِ خُلِقَ اٰدَمُ وَفِيْهِ قُبِضَ وَفِيْهِ النَّفْخَةُ وَفِيْهِ الصَّعْقَةُ فَاَكْثِرُوْا عَلَيَّ مِنَ الصَّلٰوةِ فِيْهِ فَاِنَّ صَلٰوتَكُمْ مَعْرُوْضَةٌ عَلَيَّ قَالَ قَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ وَكَيْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَيْكَ وَقَدْ اَرَمْتَ قَالَ: يَقُوْلُوْنَ بَلَيْتَ، فَقَالَ: اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْاَرْضِ اَجْسَادَ الْاَنْبِيَاءِ'' حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے دنوں میں بہتر جمعہ کا دن ہے، اسی دن آدم علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی دن ان کا انتقال ہوا، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن دوبارہ اٹھنا ہے اس لئے تم جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو ریزہ ریزہ ہو چکے ہوں گے؟! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے زمین پر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد حرام کردیئے ہیں۔ (یعنی زمین ان کو نہیں کھاتی)

(سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۱۵۷، باب تفریع ابواب الجمعۃ، سنن النسائی ج ۱ ص ۲۰۴ باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، سنن ابن ماجہ ص ۷۶ باب فی فضل الجمعۃ، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۳ ص ۲۴۸، ۲۴۹ باب ما یؤمر بہ فی لیلۃ الجمعۃ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۵۱۶ باب فی ثواب الصلوٰۃ علی النبی ﷺ، مسند احمد بن حنبل ج ۱۲ ص ۴۷ ۴رقم الحدیث ۱۶۱۰۷، المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلوٰۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث ۱۰۶۸، صحیح ابن خزیمۃ ج ۲ ص ۸۳۹ باب فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ یوم الجمعۃ، صحیح ابن حبان ص ۵۰ ۳رقم الحدیث ۹۱۰)

فائدہ: اس حدیث مبارک سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب نبی اکرم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے جسد عنصری کو درود شریف کے پیش ہونے میں پورا پورا دخل ہے وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سوال میں نبی ﷺ کے لئے ایسا جسم اطہر ہونا ضروری ہے جس پر درود شریف پیش بھی ہو سکے اور روح کے تعلق کے بغیر یہ ممکن نہیں۔ کیونکہ بے تعلق روح تو یہ محض بے حس اور لاشعور جسم ہوگا۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے اجساد کی حفاظت بھی حیات انبیاء علیہم السلام کی مستقل دلیل ہے۔

تصحیح حدیث: امام ابوعبداللہ حاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵) (المستدرک للحاکم ج ۱ ص ۵۶۹ باب الامر بکثرۃ الصلوٰۃ فی الجمعۃ رقم الحدیث ۱۰۶۸) میں فرماتے ہیں: ''هذا حديث صحيح على شرط البخاري'' یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

▯ امام نووی شافعی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) (کتاب الاذکار ص ۱۵۰ کتاب الصلوٰۃ علی رسول اللہ ﷺ) میں فرماتے ہیں: ''في سنن أبي داود، والنسائي، وابن ماجة بالأسانيد الصحيحة عن أوس بن أوس رضی اللہ عنہ الخ'' سنن

ابی داؤد، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ میں صحیح اسانید کے ساتھ حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (آگے وہ روایت لاتے ہیں)

▯ علامہ شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالہادی الحنبلی (م ۷۴۴ھ) (الصارم المنکی ص ۱۸۴) میں فرماتے ہیں: ''عن أوس حديثاً صحيحاً. لأن رواته كلهم مشهورون بالصدق والأمانة والثقة والعدالة، ولذلك صححه جماعة من الحفاظ كأبي حاتم بن حبان، والحافظ عبد الغني المقدسي، وابن دحية وغيرهم، ولم يأت من تكلم فيه وعلله بحجة بينة'' حضرت اوس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث صحیح ہے۔ کیونکہ اس کے سارے راوی صدق، امانت، ثقاہت اور عدالت میں مشہور ہیں۔ اسی لئے حفاظ حدیث کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصحیح کی ہے جن میں امام ابن حبان، حافظ عبدالغنی المقدسی اور ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ شامل ہیں اور کوئی شخص ایسا نہیں جس نے اس حدیث پر حجت اور دلیل سے کلام کیا ہو اور اسے معلل ٹھہرایا ہو۔

▯ علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط پر صحیح مانا ہے۔ (تلخیص علی المستدرک ج ۱ ص ۵۶۹، باب الامر بکثرۃ الصلوۃ...... رقم الحدیث ۱۰۶۸)

▯ حافظ محمد بن ابی بکر ابن قیم رحمہ اللہ (م ۷۵۱ھ) جلاء الافہام ص ۳۹ رقم الحدیث ۶۲ کے تحت فرماتے ہیں: ''ومن تأمل هذا الإسناد لم يشك في صحته لثقة رواته وشهرتهم وقبول الأئمة أحاديثهم'' جو شخص بھی اس روایت کی اسناد میں غور کرے گا تو اسے اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہوگا کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ اور مشہور ہیں اور ائمہ کرام نے ان کی احادیث کو قبول کیا ہے۔

▯ حافظ ابن کثیر دمشقی رحمہ اللہ (م ۷۷۴ھ) (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۷۳ تحت الآیۃ: ان اللہ و ملئکتہ یصلون) میں فرماتے ہیں: ''وقد صحح هذا الحديث ابن خزيمة وابن حبان والدار قطني، والنووي في الأذكار'' اس حدیث کو امام ابن خزیمہ رحمہ اللہ، امام ابن حبان رحمہ اللہ، امام دار قطنی رحمہ اللہ اور امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''کتاب الاذکار'' میں صحیح قرار دیا ہے۔

▯ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج ۱۱ ص ۲۰۰، باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں فرماتے ہیں: ''وورد الأمر بإكثار الصلاة عليه يوم الجمعة من حديث أوس بن أوس وهو عند احمد وأبي داود وصححه ابن حبان والحاكم'' حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جمعہ کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجنے کا ذکر آیا ہے، اس حدیث کو امام احمد اور امام ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

▯ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۰۵۲ھ) (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۹۲۰) میں فرماتے ہیں: ''در حدیث صحیح آمدہ است کہ بسیار گوید درروز جمعہ درود بر من زیرا کہ صلوۃ شما معروض مے گردد بر من ایں جا معلوم مے شود کہ حیات انبیاء حیات جسمی دنیاوی است نہ مجرد بقائے ارواح۔'' صحیح حدیث میں آیا ہے کہ: ''جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے دورد بھیجا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پہنچایا جاتا ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات دنیاوی جسم والی ہے نہ کہ صرف روح کی حیات ہے۔

▯ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) (فتح الملہم شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹۸ باب ما جاء فی الصلوۃ

علی الفجر) کے تحت رقمطراز ہیں: ”وھو حی فی قبرہ الشریف ولحوم الانبیاء علیہم السلام حرام علی الارض کما ورد بہ الاثر“ آپ ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور انبیاء علیہم السلام کے جسم زمین پر حرام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے۔

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۰۲) پر فرماتے ہیں: ”اصول حدیث کے رو سے یہ روایت بھی بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔“

دلیل نمبر۹: ”عن أبي الدرداء قال: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: أكثروا الصلاة علي يوم الجمعة. فإنه مشهود تشهده الملائكة. وإن أحدا لن يصلي علي إلا عرضت علي صلاته حتى يفرغ منها قال قلت وبعد الموت؟ قال (وبعد الموت. إن الله حرم على الأرض أن تأكل أجساد الأنبياء. فنبي الله حي يرزق)“ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو، کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے، اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔ مجھ پر جو شخص درود پڑھتا ہے اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ درود پڑھنے سے فارغ ہو جاتا ہے۔ ابو الدرداء نے عرض کیا: وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا؟ فرمایا: ہاں! وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے اس کو رزق ملتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ ص ۱۱۸ کتاب الجنائز باب ذکر وفاتہ ودفنہ ﷺ)

تصحیح حدیث: حافظ ابو محمد عبد العظیم بن عبد القوی منذری رحمہ اللہ (م ۶۵۶ھ) (الترغیب والترہیب ج ۲ ص ۳۲۸، الترغیب فی اکثار الصلوۃ علی النبی ﷺ) کے تحت فرماتے ہیں: ”رواہ ابن ماجۃ باسناد جید“ اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

علامہ ابو حفص سراج الدین عمر بن علی بن أحمد ابن الملقن الشافعی رحمہ اللہ (م ۸۰۴ھ) (البدر المنیر ج ۵ ص ۲۸۸ تحت الحدیث الخامس بعد الخمسین) میں رقمطراز ہیں: ”وَإِسْنَادہ حسن“ اس کی سند حسن درجہ کی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (تہذیب التھذیب ج ۲ ص ۵۳۷ تحت ترجمۃ زید بن ایمن) میں رقمطراز ہیں: ”رجالہ ثقات“ اس روایت کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سمہودی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۳۵۳، الفصل الثانی فی بقیۃ ادلۃ الزیارۃ) میں فرماتے ہیں: ”رواہ ابن ماجۃ باسناد جید“

سلطان المحدثین ملا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) (مرقاۃ المفاتیح ج ۲ ص ۱۱۲، باب الجمعۃ الفصل الثالث) میں فرماتے ہیں: ”بإسناد جید نقلہ میرک عن المنذری ولہ طرق کثیرۃ“ اس کی سند جید ہے، مشہور محدث میرک نے اس روایت کو علامہ منذری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے اور اس کے بہت سے طرق ہیں۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج ۱ ص ۲۹۰) میں فرماتے ہیں: ”ورجالہ ثقات“ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔

قاضی محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) (نیل الاوطار ج ۳ ص ۲۶۳ باب فضل یوم الجمعۃ وذکر ساعۃ الاجابۃ) میں لکھتے ہیں: ”وقد أخرج ابن ماجۃ بإسناد جید“ اس روایت کو امام ابن ماجہ نے جید سند سے روایت کیا ہے۔

علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی رحمہ اللہ (م ۱۱۲۲ھ) (شرح المواہب اللدنیہ ج ۵ ص ۳۳۶) میں فرماتے ہیں:
"رواہ ابن ماجۃ برجال ثقات" ابن ماجہ نے اس حدیث کو ثقہ راویوں سے روایت کیا ہے۔
علامہ محمد بن عبدالہادی سندھی رحمہ اللہ (م ۱۱۳۸ھ) (شرح سنن ابن ماجہ ج ۳ ص ۳۱۰ تحت رقم الحدیث ۱۶۲۷) میں فرماتے ہیں: "ذَا الْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ" یہ حدیث صحیح ہے۔

▯ شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م ۱۳۲۹ھ) شاگرد سید نذیر حسین دہلوی غیر مقلد عون المعبود (شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۲۶۱ باب فضل یوم الجمعۃ ولیلۃ الجمعۃ) کے تحت لکھتے ہیں: "رواہ ابن ماجۃ باسناد جید ولہ طرق کثیرۃ" اس روایت کو ابن ماجہ نے جید اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس کے طرق بہت زیادہ ہیں۔

▯ امام اہل السنۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۱۹) میں فرماتے ہیں:
"اس روایت کے سب راوی ثقہ ہیں اور اس کی سند جید اور کھری ہے اور محدثین کرام رحمہم اللہ کا جم غفیر جید کہہ کر اس کی تصحیح کرتا ہے۔"

دلیل نمبر ۱۰: "عَنْ عَبْدِاللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ مَلٰئِكَةً سَيَّاحِيْنَ فِي الْاَرْضِ يُبَلِّغُوْنِيْ مِنْ اُمَّتِيَ السَّلَامَ" حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ایسے فرشتے مقرر ہیں جو زمین میں گھومتے ہیں اور میری امت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔ (سنن النسائی ج ۱ ص ۱۸۹، باب التسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مسند احمد ج ۳ ص ۵۳۶، رقم الحدیث ۳۶۶۶، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۶ ص ۴۴ باب فی ثواب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مشکوٰۃ المصابیح ص ۸۶ باب الصلوٰۃ علی النبی، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۸۹ باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ، المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلوٰۃ علی النبی، مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۱۴۱، باب الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح ابن حبان ص ۱۵۱ سطر قم الحدیث ۹۱۴، مسند ابی یعلیٰ موصلی ص ۹۵۱ رقم الحدیث ۵۲۱۰)

تصحیح حدیث: امام ابو عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) اپنی کتاب (المستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحت اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں: "صحیح الإسناد" اس روایت کی سند صحیح ہے۔

علامہ محمد بن احمد ابن عبدالہادی رحمہ اللہ (م ۷۴۴ھ) اپنی کتاب (الصارم المنکی ص ۲۰۲) فرماتے ہیں:
"رواہ النسائی وإسماعیل القاضی وغیرھما من طرق مختلفۃ بأسانید صحیحۃ" اس روایت کو امام نسائی اور اسماعیل القاضی نے مختلف طرق سے صحیح اسانید کے ساتھ نقل کیا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اپنی کتاب (تلخیص علی المستدرک ج ۳ ص ۱۹۷ فضائل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے تحت صحیح قرار دیا ہے: "صحیح"

علامہ نور الدین ہیثمی رحمہ اللہ (م ۸۰۷ھ) اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۵۹۵، باب ما یحصل لامتہ من استغفارہ بعد وفاتہ) کے تحت فرماتے ہیں: "رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح" امام بزار رحمہ اللہ نے اس کو روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی رحمہ اللہ (م ۹۰۲ھ) (القول البدیع ص ۱۵۹، الباب الرابع) کے تحت رقمطراز ہیں:
"رواہ احمد و النسائی و الدارمی و ابو نعیم و البیہقی و الخلعی و ابن حبان و الحاکم فی صحیحھما وقال صحیح الاسناد" امام احمد، امام نسائی، امام دارمی، امام ابو نعیم، امام بیہقی، امام خلعی رحمہم اللہ نے اس

حدیث کو روایت کیا اور امام ابن حبان رحمہ اللہ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی اپنی ''صحیح'' میں ذکر کیا ہے اور امام حاکم فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

علامہ علی بن احمد عزیزی رحمہ اللہ (م ۱۰۷۰ھ) (السراج المنیر ج۱ ص ۵۱۸) میں فرماتے ہیں: ''حدیث صحیح''

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (م ۱۲۳۹ھ) اپنے (فتاوی عزیزی ج۲ ص ۲۹) میں فرماتے ہیں: ''نزد احمد ونسائی ہر آئینہ خدائے را فرشتگانند سیر کنندگان در زمین میرسانند مرا از امت من سلام راو بتواتر رسیدہ ایں معنی۔الخ!''

امام احمد اور امام نسائی کی روایت میں ہے کہ: ''اللہ تعالی کے فرشتے زمین پر سیر کرتے ہیں اور مجھے میری اُمت کا سلام پہنچاتے ہیں۔'' اور یہ مضمون متواتر طور پر ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۱۱: ''عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ صَلَّى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِي سَمِعْتُهُ وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ نَائِيًا أُبْلِغْتُهُ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص میری قبر کے پاس مجھ پر درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ میرے پاس پہنچا دیا جاتا ہے۔ (مشکوۃ المصابیح ص ۸۷ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا الفصل الثالث، شعب الایمان للبیہقی ج ۲ ص ۲۱۸ باب فی تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم واجلالہ وتوقیرہ، جلاء الافہام لابن القیم ص ۲۲، القول البدیع للسخاوی ص ۱۶۰، الباب الرابع، حیات الانبیاء للبیہقی ص ۱۰۴ کتاب ثواب الاعمال لابی الشیخ الاصبہانی بحوالہ فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۷۹)

تصحیح حدیث: حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (م ۸۵۲ھ) (فتح الباری ج۶ ص ۵۹۵ کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ واذکر فی الکتاب مریم) کے تحت فرماتے ہیں: ''واخرج ابو الشیخ فی کتاب الثواب بسند جید'' محدث ابو الشیخ اصبہانی رحمہ اللہ نے عمدہ سند کے ساتھ اس روایت کی تخریج کی ہے۔

امام سخاوی رحمہ اللہ (م ۹۰۲ھ) نے (القول البدیع ص ۱۶۰، الباب الرابع) میں اس کی سند کو صحیح تسلیم کیا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ (م ۱۰۱۴ھ) (المرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۴ ص ۲۲ باب الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وفضلہا کے تحت فرماتے ہیں: ''ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید'' ابو الشیخ اصبہانی اور ابن حبان نے اس حدیث کو سند جید سے نقل فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (م ۱۳۶۹ھ) نے اس حدیث کے متعلق (فتح الملہم ج۱ ص ۳۳۰ باب الاسراء برسول اللہ وفرض الصلوۃ الخ) میں فرمایا ہے: ''سندہ جید''

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ غیر مقلد (۱۳۰۷ھ) اس روایت کو اپنی کتاب ''دلیل الطالب'' کے ص ۸۴۴ میں لائے ہیں اور اس کی تحسین فرمائی ہے۔

مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ (۱۴۰۰ھ) فرماتے ہیں: اس حدیث کی جو سند سدی صغیر پر مشتمل ہے اس کو بوجہ راوی مذکور کے کمزور کہا جائے گا اور جس سند میں یہ راوی نہیں ہے وہ کمزور نہیں ہے اور حدیث ہذا کی دوسری سند بھی ہے جس کے صحیح ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ملا علی قاری الحنفی رحمہ اللہ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں: ''قال میرک نقلاً عن الشیخ ورواہ ابو الشیخ وابن حبان فی کتاب ثواب الاعمال بسند جید''

(ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی ص ۴۸، اکتوبر ۱۹۶۷ء)

امام اہل السنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (م ۱۴۳۰ھ) (تسکین الصدور ص ۳۲۸) میں فرماتے

ہیں: ان اکابر محدثین کے (جن میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن کی تقریب اور تہذیب پر آج رواۃ کی توثیق وتضعیف کا مدار ہے) بیان سے واضح ہو گیا کہ یہ روایت جید اور صحیح ہے۔

دلیل نمبر ۱۲: "عن عطاء مولی أم حبيبة قال: سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم: ليهبطن عيسى ابن مريم حكما عدلا و إماما مقسطا و ليسلكن فجا حاجا أو معتمرا أو بنيتهما و ليأتين قبري حتى يسلم علي و لأردن عليه يقول أبو هريرة: أي بني أخي إن رأيتموه فقولوا أبو هريرة يقرئك السلام" حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ضرور عادل، فیصلہ کرنے والے، منصف حکمران بن کر اتریں گے اور وہ اس گلی میں سے حج کرتے یا عمرہ کرتے یا ان دونوں کی نیت سے گزریں گے اور وہ میری قبر پر آئیں گے اور مجھے سلام کریں گے، میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اے میرے بھتیجو! اگر تمہاری ان سے ملاقات ہو تو ان سے کہیے گا: "ابو ھریرہ آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔" (المستدرک للحاکم ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام، مسند ابی یعلیٰ ص ۹۴۹ رقم الحدیث ۶۵۷۷، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۷ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام، الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۴۹۰ باب حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ الخ)

فائدہ: اس صحیح روایت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر اقدس میں زندہ ہونا، صلوۃ وسلام کا سماع فرمانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا بھی ثابت ہے، اس کا انکار کرنا حدیث کا انکار کرنے کے مترادف ہے۔

تصحیح حدیث: اس حدیث کو مندرجہ ذیل حضرات نے اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

امام ابو عبداللہ الحاکم رحمہ اللہ (م ۴۰۵ھ) اسے اپنی کتاب (المستدرک ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰) میں ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم کے تحت نقل فرماتے ہیں: "هذا حديث صحيح الإسناد"

علامہ شمس الدین ذہبی رحمہ اللہ (م ۷۴۸ھ) بھی (تلخیص علی المستدرک ج ۳ ص ۴۸۹، ۴۹۰) میں ذکر نبی اللہ وروحہ عیسیٰ بن مریم کے تحت اسے صحیح کہتے ہیں۔

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ (م ۸۰۷ھ) اپنی کتاب (مجمع الزوائد ج ۸ ص ۳۸۷ باب ذکر الانبیاء علیہم السلام) میں فرماتے ہیں: "رواه أبو يعلى ورجاله رجال الصحيح" اس روایت کو امام ابو یعلیٰ نے نقل کیا ہے اور اس کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں۔

علامہ جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (م ۹۱۱ھ) نے (الجامع الصغیر ج ۲ ص ۲۶۰ رقم الحدیث ۷۷۴۲) کے تحت اس کو صحیح فرمایا ہے۔

اجماع امت

۱...... امام محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی (ت ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں: "و نحن نؤمن و نصدق بأنه صلی اللہ علیہ وسلم حي يرزق في قبره و ان جسده الشريف لا تأكله الارض والاجماع على هذا" ہم یہ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں رزق بھی ملتا ہے،

آپ ﷺ کے جسد اطہر کو مٹی بھی نہیں کھاتی اور اس عقیدہ پر (اہل حق) کا اجماع ہے۔ (القول البدیع ص ۱۷۲)

۲...... حضرت شیخ عبدالحق محدث الدہلوی رحمہ اللہ (ت ۱۰۵۲ھ) فرماتے ہیں: "بایدحیات انبیاء متفق علیہ است ہیچ کس را دروے خلاف نیست حیات جسمانی دنیاوی حقیقی نہ حیات معنوی روحانی۔" یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی حیات ایک متفق علیہ (اجماعی) عقیدہ ہے اور (اہل حق میں سے) کسی کا اس میں اختلاف نہیں اور یہ حیات جسمانی دنیوی اور حقیقی ہے نہ کہ (محض) حیات معنوی اور روحانی۔ (اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۵۷۴)

۳...... مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت ۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں انبیاء کو اسی وجہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ ان کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۳)

۴...... حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی (ت ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: "بہر حال یہ بات باتفاق امت ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبر میں زندہ رہتے ہیں۔" (اشرف الجواب ص ۳۲۱ دوسرا نسخہ ص ۲۲۵)

۵...... مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۴ھ) فرماتے ہیں: "تمام اہل سنت والجماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز اور عبادات میں مشغول ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات اگرچہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی لیکن بلاشبہ یہ حیات حسی اور جسمانی ہے، اس لئے کہ روحانی اور معنوی حیات تو عامہ مؤمنین بلکہ ارواح کفار کو بھی حاصل ہے۔" (سیرۃ المصطفیٰ ج ۳ ص ۱۲۹)

۶...... حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۰ھ) فرماتے ہیں: "یہ امر بھی علماء اہل سنت والجماعت کے نزدیک مسلم اور مجمع علیہ ہے کہ بحالت موجودہ یعنی عالم برزخ میں آپ جسمانی حیات سے زندہ ہیں۔" (القول النقی فی حیات النبی ۳)

اکابر علمائے دیوبند

۱...... حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ (ت ۱۲۹۷ھ) فرماتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام کو انہیں اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہوں۔ (لطائف قاسمیہ ص ۳)

۲...... حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ (ت ۱۳۲۲ھ) فرماتے ہیں: آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں و نبی اللہ حی یرزق، اس مضمون حیات کو مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ نے اپنے رسالہ "آب حیات" میں بمالا مزید علیہ ثابت کیا ہے۔ (ہدایۃ الشیعہ ص ۴۹)

۳...... شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ (۱۳۳۹ھ) فرماتے ہیں:

حضرت شیخ الہند کی سنن ابی داؤد کی تقریر "انوار المحمود" میں ہے: "انہم اتفقوا علی حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم بل حیاۃ الانبیاء علیہم السلام متفق علیہا لا خلاف لاحد فیہ" حضرات محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ کی حیات اتفاقی مسئلہ ہے، اس بارے میں کسی ایک محدث کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (انوار محمود شرح سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۶۱۰)

۴...... مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ (ت ۱۳۴۶ھ) فرماتے ہیں:

آپ سنن ابی داؤد کی شرح "بذل المجہود" میں لکھتے ہیں: "ان نبی اللہ حی فی قبرہ کما ان الانبیاء احیاء فی قبورھم ولا فرق بین ان یکون فوق الارض او تحت حجابہا کما لا فرق بین حضورہ و

غیبتہ فی زمان حیاتہ ﷺ "اللہ کے نبی ﷺ اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔ اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ زمین کے اُوپر دکھائی دیں یا پردہ زمین میں آرام فرما ہوں، جیسا کہ آپ ﷺ کی اس دنیا کی زندگی میں آپ ﷺ کے حاضر ہونے یا غائب ہونے میں (زندہ ہونے کے اعتبار سے) کوئی فرق نہ تھا۔ (بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد ج ۲، ص ۱۱۷ باب التشہد)

۵...... علامہ محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (ت ۱۳۵۲ھ) فرماتے ہیں: "آپ اپنی کتاب "عقیدۃ الاسلام" کے حاشیہ "تحیۃ الاسلام" میں لکھتے ہیں: "یرید بقولہ (الانبیاء احیاء) مجموع الاشخاص لا الارواح فقط" آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد: "انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں" کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ارواح و بدن کے مجموعے کے ساتھ زندہ ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام حاشیہ عقیدۃ الاسلام ص ۱۱۹)

۶...... حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۶۲ھ) فرماتے ہیں: "وقد حرم الله جسده علی الارض و احیاه فی قبره کسائر الانبیاء علیهم الصلوٰة السلام" اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کے جسد مبارک کو زمین پر حرام فرمایا ہے اور آپ علیہ السلام کو قبر میں زندہ رکھا ہے جس طرح سارے انبیاء علیہم السلام کو زندہ رکھا ہے۔ (بوادر النوادر ص ۴۵۱)

حضور ﷺ کی قبر مبارک کے لئے بہت کچھ شرف حاصل ہے، کیونکہ جسد اطہر اس کے اندر موجود ہے، بلکہ حضور ﷺ خود یعنی جسد مع تلبس الروح اس کے اندر تشریف رکھتے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ قبر میں زندہ ہیں، قریب قریب تمام اہل حق اس پر متفق ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی اعتقاد ہے، حدیث بھی نص ہے: "ان نبی اللّٰہ حی فی قبرہ یرزق" (اللہ کے نبی اپنی قبر میں بلاشبہ زندہ ہیں، رزق پاتے ہیں) (اشرف الجواب ص ۳۱۸، ۳۱۹)

۷...... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ (ت ۱۳۶۹ھ) فرماتے ہیں: "الانبیاء احیاء عند ربهم یرزقون" انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، انہیں اپنے رب کے ہاں رزق ملتا ہے۔
(فتح الملہم ج ۱ ص ۳۳۰، باب الاسراء برسول اللہ و فرض الصلوٰۃ الخ)

۸...... مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۷۲ھ) فرماتے ہیں: "انبیاء کرام علیہم صلوات اللہ اجمعین اپنی قبور میں زندہ ہیں۔" (کفایت المفتی ج ۱ ص ۸۰ دار الاشاعت)

۹...... شیخ العرب والعجم مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (ت ۱۳۷۷ھ) فرماتے ہیں: "مدینہ منورہ کی حاضری محض جناب سرور کائنات علیہ السلام کی زیارت اور آپ ﷺ کے توسل کی غرض سے ہونی چاہئے۔ آپ ﷺ کی حیات نہ صرف روحانی ہے جو کہ عام مؤمنین و شہداء کو حاصل ہے بلکہ جسمانی بھی ہے اور از قبیل حیات دنیوی بلکہ بہت سی وجوہ سے اس سے قوی تر ہے۔" (مکتوبات شیخ الاسلام حصہ اوّل ص ۱۵۳)

۱۰...... مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۶ھ) فرماتے ہیں: "تمام انبیاء علیہم السلام خصوصاً رسول کریم ﷺ اس دنیا سے گزرنے کے بعد بھی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کی یہ حیات برزخی عام لوگوں کی حیات برزخی سے بدرجہا زیادہ فائق و ممتاز ہوتی ہے۔ (معارف القرآن ج ۷ ص ۱۷۷، ۱۷۸ تحت سورۃ الاحزاب آیت نمبر ۴۶)

۱۱...... مولانا محمد عبداللہ بہلوی رحمہ اللہ (ت ۱۳۹۸ھ) فرماتے ہیں: "ہمارے اکابر و اسلاف دیوبند، ہمارے مرشدین نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ رحمہم اللہ کا بھی یہی اعتقاد ہے کہ حضور ﷺ دنیاوی وفات کے بعد قبر مبارک

میں جسمانی روحانی حیات سے زندہ ہیں۔" (القول الجلی ص ۲۹)

۱۲...... حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۲ھ) لکھتے ہیں: "اس روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خود سننے میں کوئی اشکال نہیں۔ اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ ہم اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے انبیاء علیہم السلام کی حیات میں ایک مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث (الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون) کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔ علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے اس کی مختلف سے طرق سے تخریج کی ہے۔" (فضائل درود شریف ص ۳۴)

۱۳...... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ (ت ۱۴۰۳ھ) فرماتے ہیں: "برزخ میں انبیاء علیہم السلام کی حیات کا مسئلہ معروف ومشہور اور جمہور علماء کا اجماعی مسئلہ ہے۔ علماء دیوبند حسب عقیدہ اہلسنت والجماعت برزخ میں انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات کے اس تفصیل سے قائل ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی پاک قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے اجسام کے ساتھ ان کی ارواح مبارکہ کا ویسا ہی تعلق قائم ہے جیسا کہ دینوی زندگی میں قائم تھا۔ وہ عبادت میں مشغول ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں۔ انہیں رزق دیا جاتا ہے اور وہ قبور مبارکہ پر حاضر ہونے والوں کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔ علماء دیوبند نے یہ عقیدہ قرآن وسنت سے پایا ہے اور اس بارے میں ان کے سوچنے کا طرز بھی متوارث رہا ہے۔" (خطبات حکیم الاسلام ج ۷ ص ۱۸۱)

۱۴...... مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ (ت ۱۴۲۱ھ) فرماتے ہیں: "الغرض میرا اور میرے اکابر کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیاوی سے قوی تر ہے جو لوگ اس مسئلہ کا انکار کرتے ہیں ان کا اکابر علماء دیوبند اور اساطین امت کی تصریحات کے مطابق علماء دیوبند سے تعلق نہیں ہے اور میں ان کو اہل حق میں سے نہیں سمجھتا اور وہ میرے اکابر کے نزدیک گمراہ ہیں ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا جائز نہیں اور ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق روا نہیں۔" (آپ کے مسائل اور ان کا حل ج ۱ ص ۲۹۵)

۱۵...... مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ (ت ۱۴۱۷ھ) فرماتے ہیں: "سب کے نزدیک مسلم اور دلائل شرعیہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور خاص کر سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قبور میں حیات حاصل ہے۔" (معارف الحدیث ج ۵ ص ۲۸۰)

۱۶...... امام اہل السنت والجماعت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ (ت ۱۴۳۰ھ) ایک عنوان: "عدم تعلق کا کوئی بھی قائل نہیں رہا" کے تحت لکھتے ہیں: "بلا خوف تردید یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ تقریبا ۱۳۷۴ھ تک اہل السنت والجماعت کا کوئی فرد، کسی بھی فقہی مسلک سے وابستہ، دنیا کے کسی خطہ میں اس کا قائل نہیں رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (اور اسی طرح دیگر انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام) کی روح مبارک کا جسم اطہر سے قبر شریف میں کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے، کسی اسلامی کتاب میں عام اس سے کہ وہ کتاب حدیث وتفسیر کی ہو یا شرح حدیث اور فقہ کی، علم کلام کی ہو یا علم تصوف وسلوک کی، سیرت کی ہو یا تاریخ کی، کہیں صراحت کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کہ آپ کی روح مبارک کا جسم اطہر سے کوئی تعلق اور اتصال نہیں اور یہ کہ آپ عند القبر صلوۃ وسلام کا سماع نہیں فرماتے۔ (تسکین الصدور ص ۲۹۰)

انا خاتم النبیین لانبی بعدی

میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں



قادیانیت کا تعاقب

۱۵ علمی و تحقیقی خطبات کا مجموعہ

جمع و ترتیب

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ دامت برکاتہم العالیہ

مولانا قاضی احسان احمد دامت برکاتہم العالیہ



عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ملتان ٥ پاکستان